The International Journal of Islamic Business, Administration and Social Sciences **(JIBAS)**
Trilingual (Arabic, English, Urdu) (Quarterly)
ISSN: (P) 2788-4317 (E) 2788-4325
Home Page: http://jibas.org
APPROVED BY HEC IN Y CATEGORY
Indexing: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, Euro pub.
PUBLISHER HABIBIA RESEARCH ACADEMY
Project of **JAMIA HABIBIA INTERNATIONAL,**
Reg. No: KAR No. 2287 Societies Registration Act XXI of 1860 Govt. of Sindh, Pakistan.
Website: www.habibia.edu.pk,
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

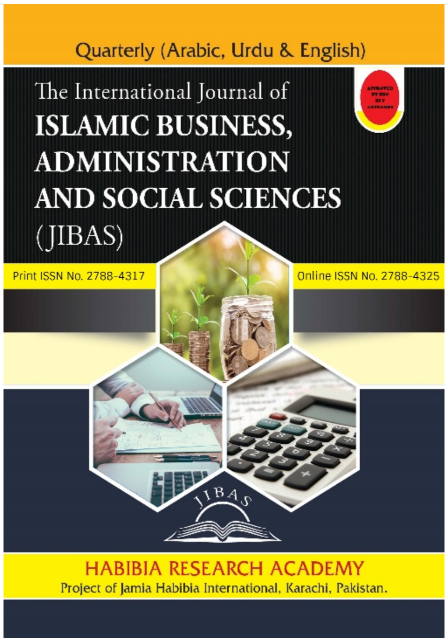

TOPIC:

THE ROLE OF THE INNER SENSES IN THE PURSUIT OF QURANIC INSIGHT A RESEARCH STUDY

اسرارِ قرآنی (معرفت) کے حصول میں باطنی حواس کا کردار۔ایک تحقیقی جائزہ

AUTHORS:

1. *Prof. Dr. Hafiz Munir Ahmed Khan, Dean Faculty of Islamic Studies, University of Sindh. Email ID: deanisl@uos,edu.pk*
2. *Prof. Dr. Ubaid Ahmed Khan, Chairmen Dept. of Usooluddin, University of Karachi. Email ID: drubaidahmedkhan@gmail.com*

HOW TO CITE: *Khan, Hafiz Munir Ahmed, and Khan, Ubaid Ahmed. 2021. "U-1 THE ROLE OF THE INNER SENSES IN THE PURSUIT OF QURANIC INSIGHT. A RESEARCH STUDY: اسرار قرآنی (معرفت) کے حصول میں باطنی حواس کا کردار۔ ایک تحقیقی جائزہ". The International Journal of Islamic Business, Administration and Social Sciences (JIBAS) 1 (2):1-16.*
URL: http://jibas.org/index.php/jibas/article/view/2.

Vol. 1, No.2 || April –June 2021 || P. 1-16
Published online: 2021-06-30

QR CODE

THE ROLE OF THE INNER SENSES IN THE PURSUIT OF QURANIC INSIGHT A RESEARCH STUDY

اسرارِ قرآنی (معرفت) کے حصول میں باطنی حواس کا کردار۔ایک تحقیقی جائزہ

Hafiz Munir Ahmed Khan, Ubaid Ahmed Khan

ABSTRACT:
Everything in the world has inner and outer self and a man is a combination of body and soul. As our body has senses, our soul also has senses. The way the body has senses there are also senses of our inner self or soul. The messengers are the source of true knowledge, which also has two types: the exclusive knowledge and the inclusive one. It is the case with the divine book Koran which has literal meaning and hidden meaning. This hidden or mystery knowledge is attainable through the awareness of inner senses. When a person infers attention of his sheikh and focuses on lawful earning with meditation, he seems to obtain the mysterious divinity of God. Such a person enters in Islam with the acquisition of knowledge in reality. First, this paper identifies the importance of knowledge, then it explains the important terminologies and finally it reveals how our inner senses work to achieve the real sense of Islam.
KEYWORDS: Islam, Insight, Meditation, Soul, Senses, Quranic.

دنیا کی ہر چیز کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے۔ انسان بھی جسم اور روح کا مجموعہ ہے۔ جس طرح جسم کے حواس ہیں اسی طرح باطن کے بھی حواس ہیں۔ علم جو انبیاء علیہ السلام سے جاری وساری ہے اُس کا بھی ایک ظاہر (علمِ احکام) اور ایک باطن (علم اسرار) ہے۔ قرآن کا بھی ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ علمِ اسرار کو باطنی حواس کی بیداری کے ذریعہ جذب کیا جاتا ہے۔ جب انسان رزقِ حلال، ذکرِ الٰہی اور شیخِ کامل سے توجہ اخذ کرتا ہے تو باطن کے حجابات دور ہو جاتے ہیں اور باطن میں اسرار الٰہی کو جذب کرنے کی صلاحیت بیدار ہو جاتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: هو الاوّل والآخر والظاهر والباطن وهو بكل شيء عليم۔ ترجمہ: (وہی اوّل وہی آخر وہی ظاہر اور وہی باطن اور ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے) اس دنیا میں ہر چیز کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت۔ انسان کی صورت اس کا ظاہری جسم ہے اور انسان کی حقیقت اُس کی روح ہے۔ علمِ ظاہر کو ظاہری حواس کی مدد سے حاصل کیا جاتا ہے اور علم باطن کو باطنی حواس کے ذریعہ جذب کیا جاتا ہے۔ یعنی حقیقت کو حقیقت (روح) کے ذریعے جذب کیا جاتا ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا: "مومن کی فراست سے بچو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے"۔ اس مضمون میں اسرارِ قرآنی کو کس طرح باطنی حواس کے ذریعہ جذب کیا جاتا ہے، مکتوباتِ امام ربانی مجدد الف ثانی ؒ کی تعلیمات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ اقرأ باسم ربك الذي خلق خلق الانسان من علق اقرأ وربك الاكرم الذي علم بالقلم علم الانسان مالم يعلم [1] ترجمہ: "اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا۔ اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جس کا اس کو علم نہ تھا"۔ مندرجہ بالا آیت میں آنحضرت ﷺ سے خطاب فرماتے ہوئے حصول علم کی ترغیب دی گئی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کے ہر مسلمان مرد و عورت پر حصولِ علم کو فرض قرار دیا ہے۔ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ۔[2] ترجمہ: "ہر ایک مسلمان عورت اور مرد پر علم کا حصول فرض ہے"۔

قرآن پاک اللہ کا صفتِ کلام ہے جس کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے ظاہر کا تعلق صورتِ اسلام و صورتِ ایمان سے ہے اور مومن صالح تزکیہ کی برکت سے حقیقتِ اسلام و ایمان کو پاکر قرآن پاک کی حقیقت یعنی علمِ معرفت کو حاصل کر سکتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: "قرآن مجید میں جو آیت بھی نازل ہوئی ہے اُس کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور ہر حرف کے لیے ایک حد ہے۔ اور ایک مطلع (طلوع ہونے کی جگہ)"۔

حضرت مجدّد الف ثانیؒ اپنے مکتوب میں اس فروع حدیث کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: بکرم اللہ المتعالی ان الظھر نظم القرآن البالغ الی حد الاعجاز والبطن تفسیرہ وتأویلہ علی اختلاف صفآء الفھم علی دقیق المعانی وغامض السر ۔ [3]ترجمہ: "اور حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے جو کچھ میرے دل میں خیال گزرتا ہے وہ یہ ہے کہ ظہر سے مراد قرآن مجید کا نظم ہے جو کہ اعجاز کی حد تک پہنچا ہوا ہے۔ اور بطن سے مراد صفائے فہم کے اختلافِ مراتب پر اس کے دقیق معانی اور پوشیدہ اسرار پر اس کی تفسیر و تاویل ہے"۔

وارث انبیاء:

حضرت مجدّد الف ثانیؒ مکتوب ۲۶۸ دفتر اول حصہ دوم میں حدیث "العلماء ورثۃ الانبیاء (علماء انبیاء کے وارث ہیں)" کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: و دراخبار آمدہ العلماء ورثۃ الانبیاء علمیکہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات باقیماندہ است دو نوع است علم احکام و علم اسرار عالم وارث کسے است کہ اورا از ہر دو نوع علم سہم بود نہ آنکہ اورا از یک نوع نصیب بود نہ از نوعِ دیگر کہ کہ آن منافی وراثت است چہ وارث را از جمیع انواع ترکۂ مورث نصیب ست انہ از بعض دون بعض وآنکہ اورا از بعض معین نصیب ست داخل غرماست کہ نصیب او بجنس حق او تعلق گرفتہ است۔ 4

ترجمہ: "حدیث شریف میں وارد ہے العلماء ورثۃ الانبیآء (علماء انبیاءؑ کے وارث ہیں) واضح ہو کہ جو علم انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات سے باقی و جاری ہے دو قسم کا ہے: (ایک) (۱) علمِ احکام (دوسرا) (۲) علمِ اسرار۔۔۔ اور انبیاء کی وراثت کا عالم کہلانے کا مستحق وہی شخص ہو سکتا ہے جو دونوں قسم کے علم سے بہرہ ور ہو، نہ یہ کہ صرف ایک قسم کا علم حاصل ہو اور دوسری قسم سے محروم ہو۔۔۔۔۔ یہ بات وراثت کے منافی ہے، کیونکہ وارث کو موروث کے ہر قسم کے ترکہ میں سے حصہ ملتا ہے، نہ کہ بعض میں حصہ ہو اور بعض میں نہ ہو۔ اور وہ شخص جس کا حصہ کسی خاص معین تک محدود ہو وہ (وارث نہیں بلکہ) غرما (قرض خواہ) میں داخل ہے، جس کا حصہ اس کے حق کی جنس سے متعلق

ہے)۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا[5] ترجمہ: "کہ جس نے (اپنے) نفس کو پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا اور جس نے اسے خاک میں ملایا وہ نامراد ہوا"۔

متابعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوسرا درجہ "طریقت" کا ہے۔ اس درجہ میں صفائی باطن کے ذریعہ شریعت کی حقیقت تک پہنچنے کا راستہ ہموار ہو جاتا ہے۔ صفائیِ باطن کے بعد علم الیقین، عین الیقین کے درجہ پر آ جاتا ہے۔ دونوں علوم کی برکات اس قابل کر دیتی ہیں کہ شریعت کی حقیقت کو جذب کرنے کی اہلیت حاصل ہو جاتی ہیں۔ جو شخص بھی کامل وارثِ انبیاء بننا چاہتا ہے اسے لازم ہے کہ صورتِ ایمان سے حقیقتِ ایمان کی جانب آئے جو کہ تزکیہ نفس اور صحبتِ شیخ کے بغیر محال ہے۔ یہی تزکیہ نفس درجہ ولایت تک پہنچنے کے راستے کو ہموار کرتا ہے۔ درجہ ولایت میں رسائی اور نفسِ مطمئنہ حاصل ہونے سے پہلے شریعت کی صورت ہوتی ہے۔

انسان علم احکام کو سخت محنت ریاضت اور تقویٰ کے ذریعہ حاصل کرتا ہے جس میں ایک عرصہ دراز صرف ہوتا ہے جس کا انحصار اللہ تعالیٰ کے فضل، استادِ کامل، ظاہری جسم وحواس کی صحت و محنت پر ہے۔ اسی لیے باطنی علم (علم اسرار) یا معرفت کے حصول کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کا فضل، شیخ کامل، تزکیہ نفس، مجاہدہ، ریاضت و تقویٰ درکار ہے۔ جس کے ذریعہ حواسِ باطن کو بیدار کیا جاتا ہے حواسِ باطن کی بیداری حقیقت کو جذب کرنے کا ذریعہ ہے۔ مرشدِ کامل کے بغیر یہ علم محال ہے۔ اس علم کے حصول میں قدم قدم پر رہنمائی درکار ہے۔ باطن مخفی خزانہ ہے جو انسان کی حقیقت ہے، حقیقت کو حقیقت ہی کے ذریعہ جذب کیا جاتا ہے۔ باطن میں وہ مخفی صلاحیتیں ہیں، اگر وہ بیدار ہو جائیں تو محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور نفسِ مطمئنہ کے حصول کے بعد معرفتِ الٰہی کا خزانہ نصیب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات لامحدود ہے، اُس کی معرفت بھی لامحدود۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: قل لوکان البحر مدادا لکلمٰت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمٰت ربی ولو جئنا بمثلہٖ مددا[6] ترجمہ: "اے محمد ﷺ! کہہ دے کہ اگر سمندر سیاہی بن جائیں کہ ان سے میرے ربّ کی باتیں لکھی جائیں، تو بیشتر اس کے کلماتِ ربی ختم ہوں سمندر خشک ہو جائیں خواہ ان کی مدد کے لیے ویسے ہی اور سمندر رہی کیوں نہ آ جائیں"۔

معرفتِ الٰہی کو باطن ہی کے ذریعہ جذب کیا جاتا ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے: "لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی عبدی المؤمن۔"[7]

ترجمہ: "میری سمائی کے لیے میرے زمین اور میرے آسمان کی وسعت کافی نہیں البتہ میرے مومن بندے کا دل، میرے سمانے کے لیے کافی ہے"۔

اس حدیث قدسی سے باطن کے قلب کی وسعت کا اندازہ لگایئے زمین و آسمان کی ظاہری وسعت بھی باطنی قلب کی وسعت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے بندہ مومن کے قلب کو عجیب و غریب صلاحیتوں سے نوازا ہے۔

حضرت مجدّد الف ثانیؒ تحریر فرماتے ہیں: فیھا بسبب الصقالۃ والنوارنیۃ وکذا القلب الذی فی المرتبۃ الخامسۃ فانہ مع بساطتہ وعدم اعتبار شیء فیہ یظھر فیہ بعد التصفیۃ الکاملۃ ما ظھر فی جمیع العوالم من العالم الکبیر والصغیر والاصغر وما بعدھا من العوالم کما مر۔ فھو الضیق الاوسع والبسیط الابسط والاقل الاکثر وما خلق شیء من الانبیاء بھذہ الصفۃ وما وجد احد اشد مناسبۃ بصانعہ تعالیٰ وتقدس۔ من ھٰذہ اللطیفۃ البدیعۃ فلاجرم یظھر فیہ من عجائب اٰیات صانعہ سبحانہٗ ما لا یظھر فی احد من خلفہ ولذا قال تعالیٰ فی الحدیث لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن۔[8]

ترجمہ: "لیکن کامل تصفیہ کے بعد اس میں وہ تمام چیزیں ظاہر ہونے لگتی ہیں جو تمام جہانوں یعنی عالم کبیر، عالمِ صغیر، عالمِ اصغر اور اس کے بعد کے عالموں میں پائی جاتی ہیں جیسا کہ گزر چکا ہے۔ لہٰذا قلب (پانچویں درجہ میں) تنگ ہونے کے ساتھ ہی وسیع تر بھی ہوتا ہے اور بسیط ہونے کے باوجود بہت زیادہ پھیلاؤ بھی رکھتا ہے اور قلیل تر ہونے کے ساتھ ہی کثیر تر بھی ہوتا ہے۔ دنیا کی کوئی اور چیز بھی اس انداز پر پیدا نہیں کی گئی اور اس عجیب و غریب لطیفہ کے مقابلے میں کوئی چیز اپنے خالق اور صانع تعالیٰ و تقدس کے ساتھ اتنی شدید تر مناسبت رکھنے والی نہیں پائی جاتی۔ چنانچہ لا محالہ اس لطیفے میں اپنے صانع سبحانہٗ و تعالیٰ کی وہ عجیب و غریب نشانیاں ظہور پذیر ہوتی ہیں جو دوسری کسی مخلوق میں ظاہر نہیں ہو سکتیں۔ اسی لیے ایک حدیث قدسی میں فرمایا گیا ہے کہ لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن "یعنی نہ میری زمین مجھ کو سما سکتی ہے اور نہ میرا آسمان سما سکتا ہے لیکن میرے مومن بندے کا دل مجھ کو سما سکتا ہے"۔

(۱) **جسمِ انسانی:** جسم انسانی عناصرِ اربعہ سے تخلیق پایا ہے جنہیں لطائف بھی کہتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں: ۱۔ مٹی ۲۔ آگ ۳۔ پانی ۴۔ ہوا ۵۔ لطیفہ نفسِ (امارہ) اور جسم انسانی کے پانچ ظاہری حواس یہ ہیں:۔

۱۔ **قوت باصرہ** (آنکھوں سے مشاہدہ کی قوت کو کہتے ہیں) **۲۔ قوتِ لامسہ** (چھونے کی قوت) **۳۔ قوتِ شامہ** (ناک کے ذریعہ سونگھنے کی قوت کو کہتے ہیں) **۴۔ قوتِ ذائقہ** (زبان سے چکھنے کی قوت کا نام ہے) **۵۔ قوتِ سامعہ** (کانوں سے سننے کی قوت)

(۲) **روحِ انسانی:** روحِ انسانی جسمِ لطیف کے پانچ لطائف ہوتے ہیں: ۱۔ قلب ۲۔ روح ۳۔ سر ۴۔ خفی ۵۔ اخفیٰ

حواسِ روح مندرجہ ذیل ہیں:

I. **حسِ مشترک:** حواسِ ظاہری سے اخذ کی گئی معلومات کو عقل پر نقش کرنے کا کام انجام دیتا ہے۔ اس کو لوح النفس بھی کہتے ہیں۔
II. **حسِ خیال:** حسِ مشترک کے ذریعہ جذب کیے گئے علوم کو حسِ خیال اپنے اندر بصورتِ تصویر محفوظ کر لیتی ہے۔
III. **حسِ واہمہ:** یہ حس جمع کیے گئے علوم کو باطنی شکل و صورت میں ادراک کر کے محفوظ کر لیتی ہے۔
IV. **حسِ حافظہ:** حسِ حافظہ، حسِ واہمہ سے لے کر معنوی وجود یعنی مفہوم کو ان ظاہری شکل و صورت کو محفوظ کر لیتی ہے۔
V. **حسِ متصرفہ:** یہ حس تمام معلومات کو باہم ملا کر ایک خاص نقطے تک پہنچا دیتی ہیں جہاں پر ادراک علم میں بدل جاتا ہے۔

یہ ظاہری حواس سے حاصل کی گئی معلومات کو باطنی حواس میں منتقل کرتے ہیں اور باطنی حواس علمِ معرفت عطا کرتے ہیں۔ مومن کی فراست سے بچو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

جس طرح علمِ احکام کا تعلق جسمانی و ظاہری حواس کی صحت پر ہے، اسی طرح علم اسرار (معرفتِ الٰہی) کو باطنی حواس کے ذریعہ جذب کیا جاتا ہے۔ حقیقت دراصل شریعت کی اصل کو کہا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت مجدّد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

شریعت طریقت حقیقت، حقیقت عبارت از حقیقتِ شریعت است، نہ آنکہ حقیقت از شریعت جدا است۔ طریقت عبارت از طریقِ وصول است بحقیقتِ شریعت نہ امرے مباین از شریعت و حقیقت۔ پس پیش از تحقیق بحقیقتِ شریعت حصولِ صورتِ شریعت است فقط۔ و حصولِ حقیقتِ شریعت در مقامِ اطمینانِ نفس است و وصول بدرجۂ ولایت۔ پیش از وصول بدرجۂ ولایت و اطمینانِ نفس صورتِ شریعت است، چنانکہ در ایمان مذکور شد، کہ پیش از اطمینان نفسِ صورتِ ایمان ست، وبعد از اطمینان حقیقتِ ایمان۔[9]

ترجمہ: "شریعت، طریقت، حقیقت سے مراد شریعت کی حقیقت ہے۔ یہ نہیں کہ حقیقت، شریعت سے الگ کوئی چیز ہے۔ طریقت سے مراد، حقیقتِ شریعت تک پہنچنے کا طریقہ ہے۔ شریعت اور حقیقت سے الگ کوئی اور چیز نہیں۔ شریعت کی حقیقت صحیح طور پر حاصل ہونے سے پہلے صرف شریعت کی صورت کا حصول ہوتا ہے اور شریعت کی حقیقت کا حصول، اطمینانِ نفس کے مقام میں ہوتا ہے جب کہ آدمی کو درجہ ولایت میں رسائی حاصل ہو جاتی ہے۔ درجہ ولایت میں رسائی اور اطمینانِ نفس حاصل ہونے سے پہلے شریعت کی صورت ہوتی ہے جیسا کہ ایمان کے سلسلے میں بیان ہوا ہے کہ اطمینانِ نفس سے پہلے ایمان کی صورت ہوتی ہے اور اطمینان کے بعد ایمان کی حقیقت حاصل ہو جاتی ہے"۔

رزقِ حلال اور علم معرفت:

باطنی حواس کی بیداری کے لیے رزقِ حلال اور طیب غذائیں شرطِ اوّل کا درجہ رکھتی ہیں۔ جیسا کہ حضرت مولانا شاہ ابو سعید فاروقی مجدّدی قدس سرہٗ ہدایت الطالبین میں فرماتے ہیں: یعنی وقتیکہ لطائف از قالب بر آمدہ باصول خود عروج مینمایند تا وقتیکہ بعرش برسند سیر آفاقی ست وچوں فوقِ عرش ایشانرا جذبے وعروجے پیدا شود، سیر انفسی شروع می شود شخصیکہ کشف دارد، دیدن انوار و سیر خود را دریافت می نماید وصاحب کشفِ عیانی دریں زمانہ بسببِ مفقود شدن اکلِ حلال کم ست۔[10]

ترجمہ: "یعنی اس وقت جب کہ قالب میں سے لطائف اوپر آکر اپنی اصل کی طرف رجوع کرتے ہیں حتیٰ کہ عرش تک پہنچ جاتے ہیں تو وہ سیر آفاقی ہے اور جب عرش سے اوپر اُن میں جذبہ وعروج پیدا ہوتا ہے تو سیر انفسی شروع ہوتی ہے جس شخص کو کشف ہوتا ہے وہ تو انوار کا مشاہدہ کر لیتا ہے اور اپنی سیر کو خود ہی معلوم کر لیتا ہے۔ لیکن اس زمانے میں اکلِ حلال مفقود ہے اس لیے کشفِ عیانی والے بہت کم پائے جاتے ہیں"۔

اور کھانے پینے کی تہذیب نبی پاک ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے طرز پر میسر آجائے تو باطنی حواس بیدار ہو جاتے ہیں۔ حواسِ باطن اسرارِ ربانی اور اسرارِ قرآنی کو جذب کر کے روح کو معرفتِ الٰہی سے آشنا کرتے ہیں۔ حضرت مجدّد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

والتحقيق ان السماع ان كانت بحآسة السمع فلابد ان يكون المسموع حرفا اوصوتا واما اذاكان السماع بكل جزء من اجزآء السامع غير مخصوص بالحاسة فجاز ان يحصل بلاحرف وصوت من المسموع فانا نسمع بكليتنا وبكل جزء من اجزآء تأ كلاما ليس من جنس الحروف والاصوات وان كان يتخيل فى الخيال بالحروف والاصوات الخيالة لكنا نعلم ان الكلام المأخوذ المسموع بجملتنا كان اولا مجردا عن الحرف والصوت وتلبس ثانيا فى الخيال بالحرف والصوت الخيالى ليقرب الى الفهم والافهام [11]

ترجمہ: "اور تحقیق یہ ہے کہ کلام کا سننا اگر کان کی حسِ کے ساتھ ہو تو ضروری ہے کہ سُنا ہوا کلام حرف اور آواز کی صورت میں ہو لیکن اگر سماع سننے والے کے اجزاء میں سے ہر جز کے ساتھ ہو اور کان کی حِسّ سے نہ ہو تو جائز ہے کہ سننا حرف و آواز کے بغیر ہو (تجلی کی صورت) کیوں کہ ہم اپنے تمام جسم سے اور اپنے اجزاء کے ہر جزو سے ایسے کلام کو سنتے ہیں جو حرف و آواز کی قسم سے نہیں ہوتا، اگرچہ وہ خیال میں حرف اور آواز کے ساتھ متخیل ہوتا ہے، لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ کلام جو ہمارے پورے جسم سے سُنا گیا ہے، وہ شروع میں حرف و آواز سے خالی تھا پھر دوسری مرتبہ خیال نے حرف و آواز کا لباس پہنا تاکہ فہم وافہام (سمجھنے اور سمجھانے) کے نزدیک ہو جائے۔

حضرت مجدّد الف ثانیؒ معرفت الٰہی کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اے برادر بشنو خوارق عادات بر دو نوع است نوع اوّل علوم و معارف الٰہی است جل سلطانہ کہ بذات وصفات وافعال واجبی جل وعلا تعلق دارد وورائ نظر عقل است وخلاف متعارف ومعتاد است کہ بندہاء خاص خود را بآں ممتاز ساختہ است ونوع ثانی کشف صور مخلوقات است واخبار از مغیبات کہ بعالم تعلق دارد نوع اوّل مخصوص باہل حق وارباب معرفت است ونوع ثانی شامل محق ومبطل است زیرا کہ اہل استدراج را نیز نوع ثانی حاصل است نوع اوّل نزد خدا جل وعلا شرافت واعتبار دارد کہ باولیاء خود مخصوص ساختہ است واعدا را دراں شرکت ندادہ [12]

ترجمہ: "اے بھائی! غور سے سنو کہ خوارقِ عادات کی دو قسمیں ہیں----- قسم اوّل: وہ علوم و معارفِ الٰہی جل سلطانہٗ ہیں کہ جن کا تعلق ذات وصفات اور افعال (تجلی ذات، تجلی صفات اور ظلی تجلی) واجبی جل وعلا کے ساتھ ہے اور وہ نظر عقل کے دائرے سے ماوارا ہیں اور متعارف ومعتاد (جانا پہچانا اور عرف وعادات) کے خلاف ہیں۔ لہٰذا (حق تعالیٰ) نے اپنے خاص بندوں کو اُن کے ساتھ ممتاز فرمایا ہے---- اور قسمِ دوم مخلوقات کی صورتوں کا کشف ہونا اور ان غیبی باتوں پر اطلاع پانا اور ان کی خبریں دینا ہے جو اس عالم کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں- ---نوع اول کا تعلق اہلِ حق اور اربابِ معرفت کے ساتھ مخصوص ہے اور نوعِ دوم میں حق اور مبطل (سچے اور جھوٹے دونوں طرح کے لوگ) شامل ہیں کیوں کہ دوسری قسم اہلِ استدراج کو بھی حاصل ہے---- قسمِ اوّل خدائے جل وعلا کے نزدیک بزرگی اور اعتبار رکھتی ہے اسی وجہ سے اس نے اس کو (قسم اوّل کو) اپنے اولیاء کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے اور اپنے دشمنوں کو اس میں شریک نہیں کیا۔

اسرارِ قرآنی وربانی اور رمضان مبارک کا باہمی تعلق:

اسرارِ قرآنی اور اس کو جذب کرنے کے متعلق بحث مکمل شرح و بسط کے ساتھ کر دی گئی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کا رمضان مبارک سے کیا تعلق ہے؟ رمضان مبارک کو قرآن کا مہینہ کیوں کہا جاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے دوست رمضان مبارک کا شدت سے کیوں انتظار کرتے ہیں؟ رمضان مبارک کے تین عشروں کی حقیقت کیا ہے؟

رمضان مبارک کیا؟ رمضان المبارک کی فضیلت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: **یاَیھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون**[13] "اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تاکہ تم پرہیز گار بنو۔"

اللہ تعالیٰ نے روزے کی غرض وغائت بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ روزوں کی برکت سے ۳۰ یوم میں ایمان والا "متقی" بن سکتا ہے۔ متقی وہ شخص ہوتا ہے جو اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کا مسمّٰی پیکر ہو۔ اُس کی ہر ہر ادا احکاماتِ شریعت کے مطابق ہو۔ کامل متقی بننے میں نفسِ امارہ رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ روزہ اس رکاوٹ کو دور کر دیتا ہے تو پھر عمل قلب اور روح سے ادا ہوتے ہیں لیکن جب تک کہ حقیقتِ صوم سے آگاہی حاصل نہ ہو روزے کے مکمل فوائد حاصل کرنا محال ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں باندھ دیا جاتا ہے۔" ایک دوسری حدیث میں حضور انور ﷺ فرماتے ہیں: "حضرت ابوہریرہ رضیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص رمضان کی راتیں ایمان اور آخرت کے تصور کے ساتھ اللہ کے ذکر و عبادت میں گزارے اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔"

آخری عشرہ کی عبادت کے فضائل بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ فرماتے ہیں: ترجمہ: "حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب (رمضان) کا آخری عشرہ آتا تو آپ ﷺ پوری طرح مستعد ہو جاتے۔ ان راتوں میں آپ خود بھی جاگتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے تھے۔"

حضرت مجدّد الف ثانیؒ حقیقتِ صوم کے فضائل بیان کرتے ہوئے جلد اوّل مکتوب نمبر ۴۰ میں فرماتے ہیں: رمضان مبارک باشد این ماه رابا قرآن مجید کہ حاوی جمیع کمالات ذاتی و شیونی است و داخل دائرۂ اصل است کہ ہیچ ظلّیّتے باوراه نیافتہ است و قابلیت اولیٰ ظلّ اوست مناسبت تمام است وبآن مناسبت نزول آن درین ماه واقع شده شَھۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡہِ الۡقُرۡاٰنُ مصداق این سخن است وبآن مناسبت این ماه نیز جامع جمیع خیرات وبرکات است ہر برکتے وخیرے کہ در تمام سال بہر کہ میرسد از ہر راه کہ می آیس قطره ایست از دریائے بی نہایت برکات

این شہر عظیم القدر جمعیّت اینِ ماہ سبب جمعیتِ تمام سال است و تفرقہ' این ماہ سببِ تفرقہ' تمامِ سال فطوبیٰ لمن مضٰی علیہ ھٰذا الشھر المبارک ورضی عنہ وویل" لمن سخط علیہ فمنع من البرکات و حھم من الخیرات وایضاً سنّتِ ختمِ قران درین ماہ بواسطہ' آن تواند بود کہ تا جمیع کمالاتِ اصلی وبرکات ظلّی میسر شود فمن جمع بینھما یرجی ان لا یحرم من برکاتہ ولا یمنع من خیراتہ برکاتیکہ بایّام این شہر وابستہ اند دیگر اند وخیراتیکہ بلیلالی آن متعلق اند دیگر واز جہتِ این سرّ تواند بو۔[14]

ترجمہ: "ماہ مبارک رمضان مبارک کا آنا مبارک ہو، اس مبارک مہینے کو قرآن مجید کے ساتھ جو کہ تمام ذاتی و شیونی کمالات کا جامع ہے اور اس دائرۂ اصل میں داخل ہے جس میں کسی ظلّیت و فرعیّت کو دخل نہیں ہے اور قابلیتِ اولیٰ یعنی حقیقتِ محمدی ﷺ اس کا ظل ہے جس کو کامل مناسبت حاصل ہے اور اسی مناسبت کی وجہ سے قرآن مجید کا نزول اسی ماہ مبارک میں واقع ہوا ہے۔ آیتِ کریمہ شھر رمضان الذی أنزل فیہ القراٰن (رمضان مبارک وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل ہوا) میں اسی بات کا بیان ہے، اور اسی مناسبت کی وجہ سے یہ مہینہ بھی تمام بھلائیوں اور برکتوں کا جامع ہے، جو برکت اور بھلائی تمام سال میں جس کسی شخص کو اور جس راستہ سے بھی پہنچتی ہے وہ اس عظیم الشان ماہِ مبارک کی برکتوں کے بے پایاں سمندر کا ایک قطرہ ہے، اور اس ماہ مبارک میں دل جمعی کا حاصل ہونا تمام سال کی جمعیّت حاصل ہونے کا سبب ہے اور اس ماہ مبارک کا تفرقہ تمام سال کے تفرقہ کا سبب ہے۔" پس اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس پر یہ مہینہ اس حالت پر گزر گیا کہ وہ اس سے راضی وخوش ہوا اور اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جس پر یہ مہینہ ناراض ہوا۔ اور وہ شخص اس ماہ مبارک کی خیرات وبرکات سے محروم رہا۔" اور ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید کا ختم کرنا اس ماہ مبارک میں اسی لئے سنت ہوا ہو، تاکہ تمام اصلی کمالات (کمالاتِ قرآن مجید) اور ظلّی برکات (وہ برکات جو قرآن مجید کے اس ماہِ مبارک میں نازل ہونے سے تعلق رکھتے ہیں) حاصل ہو جائیں۔ پس جس نے ان دونوں (کمالاتِ اصلی و ظلّی) کو جمع کیا امید ہے کہ وہ اس ماہِ مبارک کی برکتوں اور نیکیوں سے محروم نہیں رہے گا۔ جو برکتیں اس ماہ مبارک کے دِنوں سے وابستہ ہیں وہ اور ہیں اور جو برکتیں اس ماہ مبارک کی راتوں سے تعلق رکھتی ہیں وہ اور ہیں۔"

ماہ مبارک کے دن کی برکات:

حضرت مجدّد الف ثانیؒ فرماتے ہیں: "جو برکتیں اس ماہ مبارک کے دنوں سے وابستہ ہیں وہ اور ہیں اور رات کی اور۔" یعنی دن میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق معدے کو خالی رکھا جاتا ہے۔ جائز کھانے پینے اور نفسانی تعلقات بھی مغرب تک بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ نفس امارہ جس کی خاصیت سرکشی، انانیت اور خدا سے دشمنی پر اکسانا ہے جس سے نفسِ امارہ تقویت پاتا ہے اور انسان کو صراطِ مستقیم پر چلنے سے روکتا ہے، انسان اصل مقصدِ حیات کو ان فانی لذتوں میں ملوث ہو کر بھول جاتا ہے۔ اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ عام دنوں میں جس کا نفس قابو میں نہ آئے کثرت سے روزے رکھے۔ کثرتِ صوم کی برکت سے جب لذاتِ زبان اور نفسِ امارہ کی من پسند خوراک

بند ہونے سے روح کی توجہ عالمِ بالا کی طرف مائل ہونے لگتی ہے اور رمضان مبارک میں ابلیس کو زنجیروں سے باندھ کر روک دیا جاتا ہے۔ نفسِ امارہ کی کمزوری اور ابلیس کی قید کی وجہ سے اُس کی شرارتوں میں کمی اور قوت کمزور پڑنے لگتی ہے۔ خوراک کی کمی نفس کی امارگی کو کمزور کرتی ہے اور حواسِ باطن کو بیدار کر دیتی ہے۔

ماہ مبارک کی رات کی برکات

دِن کا روزہ حواسِ باطن کی بیداری کا سبب بن جاتے ہیں۔ افطار کے وقت سنت کے مطابق قلیل غذا کا استعمال حواس کی بیداری کو برقرار رکھتا ہے لیکن جو لوگ نفس کی خواہش کی پیروی کرتے ہوئے بسیار خوری کرتے ہیں، وہ لوگ معدے کی خرابی، کاہلی اور سستی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس غفلت کو امام غزالیؒ احیاء العلوم میں اس طرح بیان کرتے ہیں: "افطار کے وقت حلال غذا میں بھی احتیاط سے کام لے اور اتنا نہ کھائے کہ اس کے بعد گنجائش باقی نہ رہے۔ اس لئے کہ حلق تک بھرے ہوئے پیٹ سے بڑھ کر مبغوض اللہ کے نزدیک کوئی بھر جانے والی چیز نہیں ہے۔ اگر روزے دار افطار کے وقت دن بھر کی تلافی کر دے اور جو دن بھر کھانے والا تھا وہ اس ایک وقت میں کھالے (بسیار خوری) تو دشمنِ خدا (نفسِ امارہ) پر غالب آنے اور شہوت کو ختم کرنے میں روزے سے کیا مدد مل سکے گی؟ یہ عادتیں مسلمانوں میں اتنی راسخ اور عام ہو چکی ہیں کہ رمضان کے لئے بہت پہلے سے سامانِ خوراک جمع کیا جاتا ہے اور رمضان کے دنوں میں اتنا اچھا اور نفیس کھانا کھایا جاتا ہے جو اور دنوں میں نہیں کھایا جاتا۔ روزے کا مقصد تو خالی پیٹ رہنا اور خواہشاتِ نفس کو دبانا ہے تاکہ تقویٰ کی صلاحیت پیدا ہو سکے۔ اب اگر معدے کو صبح سے شام تک کھانے سے محروم رکھا جائے اور شہوت اور بھوک کو خوب امتحان میں ڈالنے کے بعد انواع و اقسام کے کھانوں سے پیٹ بھر لیا جائے تو نفسِ امارہ کی خواہشات اور لذتیں کم نہ ہوں گی اور بڑھ جائیں گی بلکہ ممکن ہے کہ بہت سی ایسی خواہشات جو ابھی تک خوابیدہ تھیں وہ بھی بیدار ہو جائیں۔ رمضان کی روح اور اس کا راز ان طاقتوں کو کمزور کرنا ہے، جن کو شیاطین اپنے وسائل کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور یہ بات قلیل غذا ہی سے حاصل ہو گی۔۔۔۔۔ اور شب کو اپنے معدے کو اتنا ہلکا رکھے کہ تہجد اور صفائی قلب کی وجہ سے عالمِ قدس (عالمِ نور) کا دیدار اس کے لئے ممکن ہو۔[15]

لیکن جو لوگ حضور ﷺ کی سنت کے مطابق افطار میں سادہ اور قلیل غذائیں کھاتے ہیں اور لذاتِ زبان سے دور رہتے ہیں۔ اُن کے حواس بیدار رہتے ہیں۔ کیونکہ رات کا وقت کثرتِ نزول کا ہوتا ہے نزولِ قرآنی اور نزولِ ربّانی کی کثرت ہوتی ہے تراویح اور قیام اللیل میں ان برکات کو عوام الناس محسوس کرتے ہیں اور حواسِ باطن کے ذریعہ حقیقتِ صوم کی حلاوت سے حصہ پاتے ہیں۔ جبکہ اخص الخواص صفائی باطن کے ساتھ ساتھ حواسِ باطن کی بیداری حاصل کر کے رات کے وقت قیام الیل (تراویح) میں نزولِ قرآنی اور نزولِ ربّانی کو اپنے بیدار حواس کے ذریعہ قوتِ وہم سے جذب کرتے ہیں۔ یہی وہ خزانہ ہے جو جمعیت قلب اور معرفتِ الٰہی کی دولت ہے اب ہم رمضان مبارک کے تین عشروں کی حقیقت کو بیان کرتے ہیں۔

رمضان مبارک کے تین عشروں کی حکمتیں

عشرہ اوّل: **رحمت کا عشرہ:** آسمانی دروازوں کے کھلنے سے نزولِ ربّانی اور نزول قرآن جو تراویح اور قیام اللیل میں حقیقتِ قرآن و حقیقتِ صوم کی حقیقت کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں۔ اخص الخواص ان نعمتوں کو باطنی حواس کی بیداری کے ذریعہ اپنی روح میں جذب کرتے ہیں جس سے روح کو قوت حاصل ہوتی ہے جب کہ مومن تلاوت قرآن و ذکر کے ذریعہ سے حلاوت حاصل کر کے روح کو قوی کرتا ہے۔ نزولِ قرآنی و نزولِ ربّانی جنہیں حضرت مجدّد الف ثانیؒ نے کمالاتِ اصلی (نزولِ قرآنی) اور کمالاتِ ظلیّ (نزولِ ربّانی حقیقتِ صوم) کہا ہے ان کی برکات صائم کی روح کو قوت و توانائی عطا کرتی ہے۔ حجابات دور ہوتے ہیں، حواس کے جذب کرنے سے ظاہری (جسمانی) اور باطنی اخلاقِ رذیلہ دور ہونے لگتی ہیں۔ روح کیف و مستی میں آ کر طالبِ صادق بن کر عالم قدس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ قرآنی احکامات کی طرف میلان بڑھنے لگتا ہے- آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سنتوں سے محبت اور عمل کی توفیق حاصل ہونے لگتی ہے۔ غرض کے دس یوم ظاہری خوراک کی بندش نفس امارہ کو ضعیف کر کے، روح اور نفسِ لوامہ کو قوی سے قوی تر کر دیتی ہے۔ عالم ظلمت سے توجہ عالم بالا یعنی عالم نور کی طرف مائل ہونے لگتی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق: **واللہ ولی الذین اٰمنوا یخرجھم من الظلمٰت الی النور** [16] ترجمہ: "اللہ ایمان والوں کا دوست ہے اندھیرے سے روشنی میں لے جاتا ہے۔"

انسان کا ظاہر ظلمت کے اندھیروں سے رہائی پا کر روشن شریعت کا سراپا مسمّٰی بن جاتا ہے اور اُس کی حقیقت یعنی روح کی توجہ عالم ناسوت (ظلمانی حجابات) سے ہٹ کر عالم نور (عالم قدس) کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ اسی لئے امام غزالیؒ فرماتے ہیں: "اسی طرح ہر شب کو اپنے معدہ کو اتنا ہلکا رکھے کہ تہجد اور صفائی قلب کی وجہ سے عالم قدس کا دیدار اس کے لئے ممکن ہو۔" یعنی روح کی توجہ عالم قدس کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔

عشرہ دوم: **مغفرت کا عشرہ:** یعنی نجات کا عشرہ۔ ۱۰ یوم کی ریاضت روح کو اس قدر قوی و توانا کر دیتی ہے کہ نفسِ امارہ کی گرفت کمزور پڑنے لگتی ہے۔ حلال، قلیل و خشک غذائیں استعمال میں رکھی جائیں تو مزید ۱۰ دن میں روح قوی ہو کر نفسِ امارہ کے تسلط سے آزاد ہو جاتی ہے۔ نزول کی کثرت قلیل طعام کی برکت سے جسم جو مختلف امراض میں مبتلا تھا صحت مند ہونے لگتا ہے اور حقیقت صوم (نزول قرآنی و ربّانی) کے جذب سے روح کے حجابات بھی دور ہونے لگتے ہیں اور روحانی بیماریاں بھی دور ہونے لگتی ہیں۔ ظلمانی حجابات جو اخلاقِ رذیلہ کی صورت میں ظاہر ہوئے تھے اخلاقِ حمیدہ میں تبدیل ہونے لگتے ہیں۔

عشرہ سوم: "دوزخ سے نجات" کا ہے۔یعنی وہ اعمالِ بد (اخلاقِ رذیلہ) مثلاً: جھوٹ بولنا، رشوت لینا، حسد کرنا، کسی کی جان، مال، اور عزت کو نقصان پہنچانا، کینہ، انانیت، تکبر، فضول خرچی، بخل، فحش کلامی، فحش لباس کا زیب تن کرنا، دھوکہ دینا، وغیرہ یہ سب دوزخ کی طرف لے جانے والے اعمالِ بد ہیں۔ تیسرے عشرہ میں مزید ۱۰ یوم کی ریاضت کے نتیجے میں روح کو مزید قوت حاصل ہوتی ہے اور اخلاقِ رذیلہ ذائل ہونے لگتے ہیں، سچّی توبہ حاصل ہونے لگتی ہے۔ دوزخی اعمال چھوٹنے لگتے ہیں۔ جب ان اعمال سے نجات پا گیا تو یقیناً دوزخ سے نجات پا گیا۔ یعنی پہلے اور دوسرے عشرے کی ریاضت و برکات سے جو نتیجہ آتا ہے اُس کی وجہ سے تیسرا عشرہ نہایت مبارک ثابت ہوتا ہے صرف یہی نہیں اس عشرے میں چونکہ رکاوٹ یعنی دوزخی اعمال (اخلاق رذیلہ) سے نجات حاصل کر کے روح دائمی طور پر عالم قدس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے شبِ قدر کی بابرکت راتیں اس آخری عشرہ میں عطا فرما کر احسانِ عظیم فرمایا۔ سال بھر میں جو خزانہ گناہوں کی وجہ سے خالی ہو چکا تھا اب شب قدر کی صرف ایک ہی رات میں بھر دیا جاتا ہے۔ یہ ہے اللہ۔ الرحمٰن الرحیم کی صفتِ کریمی۔ مانگو تو خوب دے نہ مانگو تو ناراض ہو جائے۔ آخری عشرہ میں 10 یوم کا اعتکاف بھی اس لیے دیا گیا ہے کہ تنہائی میں ربّ کی عبادت و قرب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے دائمی تعلق قائم کیا جائے۔

حواسِ باطن اور اسمائے الٰہی کا جذب: جو لوگ راہ سلوک پر چلتے ہوئے شیخ کامل کی نگرانی میں صفائی باطن کی دولت کو حاصل کر لیتے ہیں۔ قوتِ وہم کی مدد سے حواسِ باطن کے ذریعہ اس نعمتِ عظمیٰ کو بھی پا لیتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مولانا نازوار حسین شاہؒ عمدۃ الفقہ۔ کتاب ایمان کے بیان میں۔ ایمان مجمل کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اربابِ حقائق (جنھیں حقائق کی دولت نصیب ہو) لکھتے ہیں کہ اسمائے الٰہی سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ ان کے ساتھ تخلّق و تشبہ حاصل کرے تا کہ ان اسماء کی تجلیات (یعنی جذب) کی بدولت اسفل السافلین کے گڑھے سے نکل کر مقامِ اعلیٰ علیین پر پہنچ جائے پس چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت رب العالمین ہے تو بندہ بھی اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق کمزوروں کی تربیت سے غافل نہ رہے اور وہ ارحم الراحمین ہے تو بندہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ رأفت ورحمت سے پیش آئے۔ اور اسی طرح صفاتِ مختصہ کے علاوہ ہر ہر صفت کا مظہر بننے کی کوشش میں لگا رہے تا کہ صحیح معنی میں خلافت الٰہی کا مصداق ہو۔ ان اللّٰہ خلق اٰدم علٰی صورتہٖ (بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) کا راز آشکارا ہو جائے۔ حدیث کی شرح کرنے والوں نے ہر ہر اسم کے ساتھ تخلق کی شرح کر دی ہے۔ (تفصیل مظاہر حق میں دیکھیں)"[17] تجلی صفات یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے اسمائے صفات میں سے کوئی اسمِ سالک پر غالب آجاتا ہے اور اُس کا ظاہر و باطن اسی اِسم سے متجلی یعنی روشن ہو جاتا ہے اور اُس نام کے آثار اُس کے دل میں قائم ہو جاتے ہیں تو اُس اسم کی تمام تاثیرات سالک میں جاری ہو جاتی ہیں۔ جس طرح اَلْعَلِیْمُ حضرت آدم علیہ السلام میں ظاہر ہوا تو اس اِسم کی خاصیت کی وجہ سے آدم علیہ السلام نے علم حاصل کر لیا۔ یعنی وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا (اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے) اور اس علم کے سبب تمام چیزوں کے نام آدم علیہ السلام نے اپنے اندر منقش پائے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان پر فرشتوں کے سامنے گنوا دیئے۔ اسی طرح

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر "اَلمُحیُ" کے فیض کا ظہور ہوا۔[18] حضرت مولانا شاہ ابو سعید فاروقی مجدّدی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "اس مقام میں بھی شریعت کی رخصت پر عمل کرنا ٹھیک نہیں ہے بلکہ عزیمت پر عمل کرنے سے ترقی حاصل ہوتی ہے۔۔۔۔ اس ولایت میں جو اسرار معلوم ہوتے ہیں وہ توحید وجودی اور توحیدِ شہودی کی طرح نہیں ہیں کہ بیان میں آسکیں بلکہ یہ اسرار پوشیدہ رکھنے کے ہی زیادہ لائق ہیں۔۔۔۔ صرف اس قدر ظاہر کر دیتا ہوں کہ اس منزل میں سالک کا باطن اسم باطن کا مصداق و مظہر ہو جاتا ہے۔(سمجھنے والے سمجھ گئے)۔"[19]

حضرت زوّار حسین شاہؒ عمدۃ السلوک سیر فی اللہ کے بیان میں فرماتے ہیں: "اسمِ ظاہر کی سیر اللہ تعالیٰ کے صفتوں میں ذات کے لحاظ کے بغیر ہے اور اسمِ باطن کی سیر بھی اگرچہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں ہے لیکن اس کے ساتھ ذات کا بھی لحاظ ہوتا ہے۔ گویا کہ یہ صفاتی نام حضرتِ ذات کے سامنے ڈھالوں کی طرح مثلاً: اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم کی سیر میں ذات کا کوئی لحاظ اور خیال نہیں ہوتا لیکن اس کے اسمِ علیم میں علم کی صفت کے پردے میں وہ ذات ملحوظ ہے کیونکہ علیم ایک ذات ہے جس کی صفت علم ہے۔"[20] حضرت زوّار حسین شاہؒ ولایت العلیا پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں: "اس مقام میں رخصت پر عمل کرنا بہتر نہیں بلکہ عزیمت پر عمل کرنے سے ترقی ہوتی ہے کیونکہ رخصت پر عمل کرنے سے سالک بشریت کی طرف کھنچ جاتا ہے اور عزیمت پر عمل کرنے سے فرشتوں کی صفت کے ساتھ مناسبت پیدا ہوتی ہے جس قدر فرشتوں کی صفت کے ساتھ مناسبت بڑھے گی اسی قدر اس ولایت میں ترقی ہوگی۔۔۔۔۔۔ اس میں اسماء و صفاتِ الٰہی اپنے مسمّٰی کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں۔[21]

نزولِ عرفات اور حواسِ باطن:

جب سالک صفائی باطن کے بعد ولایت علیا میں قدم رکھتا ہے تو صفائی باطن کی لطافت کے بدولت قوتِ وہم سے میدانِ عرفات کے نزول و دیگر مقامات کے نزول کو بھی باطنی حِس کے ذریعہ جذب کر سکتا ہے۔ حضرت مجدّد الف ثانیؒ دفتر سوم مکتوب نمبر ۱۷ میں اس نقطہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں: "وہ نقطہ جوالّہ جس کی وجہ سے وہم میں دائرہ معلوم ہوتا ہے جس طرح وہ خارج میں موجود ہے وہم میں بھی موجود ہے۔۔۔۔۔۔ اور یہ دائرہ موہومہ جو وہم میں نمودِ بے بود رکھتا ہے اور غلطِ حسّ کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اگر اس کو (خارج میں) موجود شمار کریں اور ثبات و قرار دے دیں اور اس کو نمود وبابود بنا دیں تو یقیناً وہ حسّ کی غلطی سے باہر نکل کر نفس الامر (امر واقعی) ہو جائے گا اور احکام صادقہ پیدا کرے گا۔ لہٰذا اس دائرہ کی وہم میں حقیقت اور صورت ہے اور اس کی حقیقت وہی نقطہ جوالہ ہے جس کے ساتھ وہ قائم ہے۔"[22] لہٰذا طالبِ صادق تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور تجلی روح کے بعد قوتِ وہم کی بدولت حقیقتِ عرفات کے انوار کو عرفات میں یا قوتِ وہم کی بیداری سے کہیں سے بھی جذب کرکے نزولِ برکات کے فیوض سے استفادہ حاصل کر سکتا ہے۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفےٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات

"سلامتی ہو اُس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کو لازم جانے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پر درود وسلام نازل ہوں۔"

نتائج البحث CONCLUSION

دنیا کی ہر چیز کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے۔ انسان بھی جسم اور روح کا مجموعہ ہے۔ جس طرح جسم کے حواس ہیں اسی طرح باطن کے بھی حواس ہیں۔ علم جو انبیاء علیہ السلام سے جاری وساری ہے اُس کا بھی ایک ظاہر یعنی علمِ احکام اور ایک باطن (علم اسرار) ہے۔ قرآن کا بھی ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ علمِ اسرار کو باطنی حواس کی بیداری سے جذب کیا جاتا ہے۔ جب انسان رزقِ حلال، ذکرِ الٰہی اور شیخِ کامل سے توجہ اخذ کرتا ہے اس وقت باطن اسرار الٰہی کو جذب کرنے لگتا ہے ایسا شخص حصولِ معرفت کے ساتھ صورتِ اسلام سے حقیقتِ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ **عشرہ اوّل:** رحمت کا ہے۔ حواسِ باطن کی بیداری جو بھوک کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے حواسِ باطن کے ذریعہ تراویح اور قیام اللیل میں نزولِ قرآنی وربّانی کو جذب کیا جاتا ہے۔ اس سے روح میں قوت اور لطافت بیدار ہوتی ہے روزے کی بھوک سے نفسِ امارہ کی قوت کمزور پڑنے لگتی ہے۔ **عشرہ دوم:** مغفرت کا ہے، ۱۰ دِن کے روزے کی برکت سے روح اس قدر نورانیت اور طاقت ور ہو جاتی ہے کہ مغفرت یعنی (نجات) نفسِ امارہ کے تسلط سے آزادی میسر آنے لگتی ہے۔ ۲۰ یوم کی ریاضت بھوک، تقویٰ، ذکر اذکار کی برکت سے روح مزید قوت اور تقویٰ حاصل کرتی ہے۔ **عشرہ سوم:** دوزخ سے نجات کا ہے۔ اخلاقِ رذیلہ جو دوزخ میں لے جانے والے ہوتے ہیں مثلاً جھوٹ، رشوت، ظلم، غیبت، حسد، انانیت جیسے اعمالِ بد جو نفسِ امارہ کی وجہ سے سرزد ہو رہے تھے۔ نفسِ امارہ کے تسلط سے آزادی کے بعد دور ہونے لگتے ہیں اور اخلاقِ حمیدہ میں تبدیل ہونے لگتے ہیں۔ صفائی باطن کے بعد حواس باطن قوت وہم کے ذریعہ اسماء الٰہی کو جذب کر کے اُن اسماء کے ساتھ تخلق وتشبہ حاصل کیا جاتا ہے۔ **میدانِ عرفات کا نزول اور حواسِ باطن:** جب سالک بشریت سے ملکوتی صفت میں قدم رکھتا ہے اور ولایت علیا کو پالیتا ہے تو قوت گمان سے میدانِ عرفات اور دیگر مقامات کے نزول کو بھی حواسِ باطن کے ذریعہ جذب کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو اپنی رضا، محبت اور معرفت عطا فرمائے۔ (اٰمین)

حواشی وحوالہ جات

[1] القرآن ۱-۵:۹۶

[2] سنن ابن ماجہ۔ محمد بن یزید ابو عبداللہ۔ دار الفکر۔ بیروت ۱۲۹۸ھ۔ جلد۔۱ صفحہ :۸۱۔ رقم حدیث : ۲۲۴

[3] مجدّد الف ثانیؒ ۔مکتوباتِ امام ربانی۔ کراچی۔ ۱۳۳۱ھ۔ دفتر سوم۔ مکتوب ۱۱۸۔ صفحہ : (۱۱۰، ۱۰۹)

[4] ایضاً دفتر اوّل۔ حصّہ دوم مکتوب ۲۶۸ صفحہ :۲۹۷

[5] القرآن ۱۰:۹۱، ۹

[6] القرآن ۱۰۹:۱۸

[7] امام ولی الدین۔ مشکاۃالمصابیح۔ مکتبہ رحمانیہ لاھور۔ ۱۹۹۳ھ۔ جلد :۱۔ صفحہ :۱۴۷

[8] مجدّد الف ثانیؒ ۔ مبداء و معاد۔ ادارۂ مجدّدیہ کراچی۔ ۱۹۸۴ء۔ صفحہ :۲۸، ۲۷

[9] مجدّد الف ثانیؒ ۔ معارف لدنیہ۔ ادارۂ مجدّدیہ کراچی۔ ۱۹۸۴ء۔ صفحہ :۴۹

[10] شاہ ابو سعید فاروقیؒ ۔ ہدایت الطالبین۔ ادارۂ مجدّدیہ۔ کراچی۔ ۱۳۸۵ھ۔ صفحہ :۲۶

[11] مجدّد الف ثانیؒ ۔مکتوباتِ امام ربانی۔ محولا بالا۔ ۱۳۳۱ھ۔ دفتر سوم۔ صفحہ : ۱۱۳، ۱۱۲

[12] مجدّد الف ثانیؒ ۔مکتوباتِ امام ربانی۔ محولا بالا۔ دفتر اوّل، حصّہ پنجم۔ صفحہ : ۱۲۰، ۱۱۹

[13] القرآن ۱۸۳:۲

[14] حضرت مجدّد الف ثانیؒ ۔مکتوبات امامِ ربّانی۔ محولا بالا۔ دفتر اوّل۔ حصّہ اوّل۔ صفحہ نمبر ۸

[15] امام ابو حامد محمد الغزالیؒ ۔احیاء العلوم۔ دارالاشاعت۔ کراچی۔ج ۱۔ ص نمبر ۷ ۴۳

[16] القرآن ۲۵۷:۲

[17] سید زوّار حسین شاہؒ۔ عمدۃالفقہ۔ ادارہ مجددیہ۔ کراچی۔ جلد اوّل صفحہ نمبر ۱۸

[18] سلطان باہوؒ۔ سلطان الوہم۔ اسد محمود پرنٹنگ پریس۔ روالپنڈی۔ ۱۹۹۹۔ صفحہ نمبر ۵۲

[19] شاہ ابو سعیدؒ۔ہدایت الطالبین۔ادارہ مجددیہ۔صفحہ نمبر۷۹،۷۷

[20] زوّار حسین شاہؒ۔عمدۃ السلوک۔ایضاً۔صفحہ نمبر ۱۸۹

[21] ایضاً۔صفحہ نمبر ۲۹۳

[22] حضرت مجدّدالف ثانیؒ۔مکتوباتِ امام ربّانی۔ایضاً۔جلد سوئم۔مکتوب نمبر ۱۷ صفحہ نمبر ۲۰۰

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.